☆ڈاکٹر محمد شریف سیالوی

اسلام اور تہذیب مغرب: ایک تجزیہ

آج مسلم قوم تاریخ کے نازک ترین دور سے گزر رہی ہے- مغربی تہذیب کے اثرات نے مسلم معاشرہ میں ایک بحران پیدا کر دیا ہے- مغربی استعمار نے تین سو سال تک مسلمانوں پر حکومت کی- اس دوران ان کی روحانی' اخلاقی و معاشرتی اقدار کو کچلنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا- انہیں ذہنی غلام بنانے کے لئے استعمار نے اپنے زیر تسلط علاقوں میں مخصوص تعلیمی پالیسی کا اجراء کیا تا کہ ان علاقوں میں اس کے مخصوص مفادات کا تحفظ ہو سکے- مغربی استعمار کی اس تباہ کن حکمت عملی سے مسلمان ممالک مثلاً افریقہ' مصر' عرب' برصغیر پاک و ہند' ملائیشیا اور انڈونیشیا وغیرہ تک مغربی تہذیب مسلط کرنے کی منظّم کاروائی کی گئی- اگرچہ ظاہری طور پر بیسویں صدی کے نصف اول ہی میں بیشتر اسلامی ممالک آزاد ہو گئے لیکن ذہنی غلامی کا سلسلہ جوں کا توں جاری ہے-

ہمارے دفاعی' اقتصادی و سیاسی مسائل مغربی طاقتوں کے بے پناہ اثر و نفوذ اور مداخلت کے باعث الجھے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ مغربی تہذیب کی پیش قدمی' آرٹ' ثقافت اور جدید الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے مسلمان ممالک میں بلا روک ٹوک جاری ہے-

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جدید تہذیب کی علمی بنیادیں مسلمان علماء اور سائنسدانوں نے اپنے دور اقتدار میں فراہم کیں تھیں لیکن اہل مغرب نے نشاۃ ثانیہ کے بعد جس تہذیب کی بنا ڈالی وہ اپنی اصل کے اعتبار سے انکار خدا' انکار روح' مذہب بیزاری اور جنسی لذت کوشی سے عبارت ہے-

اس تہذیب کی ظاہری چمک دمک سے متاثر ہو کر ہماری نوجوان نسل نے اس کی طرف سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا ہے- قومی سطح پر ہم اپنے تہذیبی ورثہ کو محفوظ رکھنے میں مجرمانہ غفلت کے

☆صدر شعبہ عربی: بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان-

مرتکب ہو رہے ہیں۔ اب تو اس تہذیب کے بے پناہ مضر اثرات کے باعث خود مغربی اقوام چلا اٹھی ہیں اور ان کا باہوش اہل فکر طبقہ اس تہذیب کے ہاتھوں انسانیت کی تباہی کی پیش گوئیاں کر رہا ہے۔

موضوع زیر بحث ہے "اسلام اور تہذیب مغرب: ایک تجزیہ "ہم پہلے تہذیب (Civilization) کا مفہوم واضح کریں گے اور پھر اسلام کے تناظر مین تہذیب مغرب کے ارتقاء و مبادیات کا جائزہ لیں گے، پھر اس کے مضر اثرات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اسلامی تہذیب کے خصائص اور انسانی فلاح کے لئے موجودہ دور میں اسلام کے تہذیبی کردار پر اپنی رائے کا اظہار کریں گے۔

انگریزی میں (Civilization) کا لفظ Civil سے ماخوذ ہے۔ اور اس سے مراد وہ سب کچھ ہے جو Citizen یعنی شہری سے متعلق ہے۔ اس لحاظ سے تہذیب منظم ریاست وحکومت اور اس کے موجود سماجی و اجتماعی حالات وکوائف کا مجموعہ ہے۔ (۱)

مرور زمانہ کے ساتھ اصطلاحی مفہوم میں بھی وسعت پیدا ہوتی گئی یہاں تک کہ فی زمانہ اس کا استعمال ادب، حکومت، سماجی ادارے، اجتماعی تعاون کی صورتیں اور کلچر سب کو شامل ہے۔ اسی طرح تہذیب ایک اعلی سماج کے انسانوں کو بربریت اور وحشت کے ماحول میں رہنے والے لوگوں سے ممتاز کرتی ہے۔ (۲)

تہذیب اس مفہوم میں علم الاجتماع (Sociology) سے ملتی جلتی ہے۔ کیونکہ ہر دو کا موضوع (Subject-matter) ایک ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنا چاہئے کہ انسان باقی عام حیوانات سے عقل وشعور کی بنیاد پر امتیاز رکھتا ہے۔ اس لئے کہ حیات انسانی کے بنانے سنوارنے، وسائل کی فراہمی اور ضروریات کے حصول میں شعوری کوششیں کارفرما ہوتی ہیں۔ یہ شعوری عمل ایک قدر (Value) کی حیثیت رکھتا ہے۔ انسانی شعور پانچ جہتوں سے اقدار کی تکوین کرتا ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔حسی وطبعی ۲۔فکری وعقلی ۳۔اخلاقی ۴۔جمالیاتی ۵۔روحانی

ہر انسانی تہذیب انہی اقدار کے عملی مظاہر سے تشکیل پاتی ہے۔ فنون لطیفہ، سائنسی و مادی علوم اور جدید ٹیکنالوجی کی حیرت انگیز ایجادات انہی اقدار کی مرہون منت ہیں۔ البتہ مختلف معاشروں میں کہیں حسی وطبعی اقدار پر زور ہوتا ہے۔ اور کہیں جمالیاتی اور روحانی پر۔ کبھی ایک قدر کو اختیار کر لیا جاتا ہے اور کبھی دوسری کو۔ پانچوں اقدار کے حوالے سے معاشرہ کا ترجیحی سلوک تہذیبوں کے اختلاف و امتیاز پر منتج ہوتا ہے۔ ایک اہم بات یہ ہے کہ ہر تہذیب مخصوص اقدار کے مجموعہ کا نام ہے۔ ان اقدار کو منضبط کرنے والا اصول جو انسانی حیات کے تمام پہلوؤں کو ربط دیتا ہے نظریہ حیات (Idealogy) کہلاتا ہے۔(۳) اس لئے کسی بھی تہذیب کے تنقیدی اور تحقیقی مطالعہ کے لئے اس کے اصلی محرک یعنی آئیڈیالوجی کا جائزہ لینا چاہئے۔

مختلف تہذیبوں کے موازنہ میں فیصلہ کن کردار اعلیٰ اقدار کا ہوتا ہے۔ انسان اپنی فطرت کے لحاظ سے ایسی ہی اقدار کی آرزو رکھتا ہے جو اعلیٰ نظریات کی محرک ہوں جیسے آزادی، اچھا ذوق اور خوبصورت زندگی، ان اقدار میں سے اخلاقیات کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔(۴)

بقول بریفالٹ: ترقی میں وسائل آسائش حیات کی بہتری، صنعت، تجارت، آرٹ، کلچر، ذہنی بلندی وغیرہ یہ سب انسانی مادی ترقی کے پہلو ہیں جو یقیناً حیرت وتعجب کا باعث بنتے ہیں لیکن در حقیقت وہ تہذیب اور ترقی نہیں بلکہ محض اس کا خول اور خارجی حصہ ہیں۔ انسانیت محض وجود کی دنیا میں برتر مقام پر فائز ہونے کا نام نہیں کہ وہ بادلوں کے دوش پر سوار ہو، اور ترقی صرف اس بات کا نام نہیں کہ وہ سینکڑوں میل مسافت ایک گھنٹہ میں طے کر لے، اور انساں یہ بھی نہیں کہ وہ ذاتی صلاحیتوں کی بنا پر اس قابل ہو جائے کہ ستاروں کا وزن کرنے لگے اور اپنے ذہن کو علم کے وسیع تر میدانوں میں لے جائے۔۔۔ بلکہ وہ چیز جو انسانی جوہر کے قریب تر ہے وہ نہ تو مادی یا عقلی قوت ہے جو فطرت کو کنٹرول کرتی ہے اور نہ ہی باطنی ذہنی فراست کی ترقی ہے۔ آرٹ، تہذیب اور کلچر قابل اعتبار ہی نہیں اگر وہ کسی اخلاقی برائی کے ساتھ متصل ہیں۔ یہ صرف حاسہ اخلاق اور لفظ "خیر" ہے جو انسانی احوال وکوائف کی تطبیقی صورت میں لازمی معنویت رکھتا ہے۔ اور انسانی ارتقاء کا عمل قابل اعتبار نہیں جو "خیر اور بھلائی" سے بالاتر ہے۔ کلچر اور تہذیب کے اساسیات میں اعلیٰ اخلاقی قدریں ہیں۔ بریفالٹ کہتا ہے " کلچر اور تہذیب کی نمائندگی صرف آرٹ، مادی سہولتیں، آسائشیں، علم اور ذہنی مقاصد اور کامیابیاں ہی نہیں

کرتیں بلکہ اس کا معتد بہ حصہ نصفت (equity) ' انسانیت اور عدل پر مبنی بنی نوع انسان کے مابین رویوں پر مشتمل ہے- ہر زمانہ میں لوگوں کی اخلاقی ترقی ان کی ذہنی اور عقلی صلاحیت کے صحیح تناسب کا پتہ دیتی ہے- جہاں کہیں غیر معمولی ذہنی ترقی ہوتی ہے وہاں کردار' عادات اور سوسائٹی کے اخلاقی رویے انہیں بربریت اور تو ہم پرستی میں مبتلا پڑوسیوں کے مقابلے میں' صاف گوئی اور آفت پر قائم رکھتے ہیں-

"انسانی جبلتوں کے تقاضوں کے مطابق مقصد کی یافت "خیر" ہے اور اس میں ناکامی "شر" ہے- ہر وہ عمل جو اس مقصد تک رسائی کا سبب بنے وہ خیر ہے اور جو وسائل حیات کو برباد کرے وہ "شر" ہے- یہ اقدار روحانی ہوں یا مادی، عقلی ہوں یا جمالیاتی اگر ان میں مقصدیت ہے تو اعلیٰ و ارفع کہلانے کی مستحق ہیں ورنہ وہ محض الفاظ ہیں جو معنویت سے محروم ہیں"(۵)

تہذیب و تمدن کی مسلسل پیش قدمی بنی نوع انسان کا امتیاز ہے- ہر آنے والی نسل وسائل حیات کی فراہمی اور جمالیاتی ذوق کے حوالے سے زندگی کو سنوارنے اور سجانے میں لگی رہتی ہے- مادی لحاظ سے ہر آنیوالی قوم پہلی کی نسبت زیادہ سے زیادہ تہذیبی پیش رفت کی مالک ہوتی ہے- فی زمانہ تہذیب مغرب کو اپنے محاسن و نقائص سمیت دنیا کے تمام ممالک میں سیادت اور برتری حاصل ہے- اپنے تاریخی پس منظر میں ارتقاء کے کئی مراحل سے گزری ہے- اس تہذیب کا سب سے بڑا حوالہ یونان (Greek) اور اس کے فلسفیوں کا سرمایہ فکر ہے- بلکہ یونانی فلسفیانہ روایات کی توسیع اور انتساب میں تہذیب جدید کے اہل فکر فخر محسوس کرتے ہیں اور اسے اپنی تہذیب کی اساس قرار دیتے ہیں- "تہذیب مغرب" کا حقیقی روپ یورپ میں تحریک احیاء اور نشاۃ ثانیہ کے بعد ابھرا- مادی علوم کے ہر شعبہ میں بے پناہ ترقی ہوئی' سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز ایجادات کا سلسلہ شروع ہوا- اس جدید سائنسی فکر کی کلیسا کی جانب سے سخت مزاحمت ہوئی- اس طرح جدید تہذیب تین واضح مراحل سے گزری پہلا مرحلہ لادینیت (Secularism) دوسرا مادیت پرستی (Materialism) اور تیسرا اشتراکیت (Communism)-

یہ تینوں مراحل ایک دوسرے سے بہت قریبی تعلق رکھتے ہیں- پہلے مرحلے میں جو فکر و فلسفہ

اس دور کے اہل فکر پر چھایا ہوا تھا وہ حیات کی مادی تعبیر ہے۔ پہلے تو کلیسا نے مزاحمت کی، اسے بالآخر پسپا ہونا پڑا۔ چرچ اور ریاست میں علیحدگی ہوگئی، دین سے بیزاری اور کلیسا سے نفرت بڑھتی چلی گئی اور اس فلسفہ نے سیکولرازم کی صورت اختیار کر لی۔ تحریک نشاۃ ثانیہ کے وقت تمام مغربی ممالک کا مذہب عیسائیت تھا۔ جدید سائنسی فکر کے تصادم میں چرچ نے حکمت عملی یہ اختیار کی کہ "جو قیصر کا حصہ ہے وہ اسے دو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو" یوں روحانی اور مذہبی زندگی خدا کے تسلط میں اور دنیاوی معاملات میں راہنمائی وحکمرانی انسانوں کو حاصل ہوگئی۔

پہلا شخص جس نے مغربی فکر میں لادینیت (Secularism) کی بنیادیں رکھیں وہ ڈارون (Darwin) تھا۔ اس نے اپنی تصنیف "اصل انواع" (Origin of the Species) اور "اصل انسان" میں نظریہ ارتقاء پیش کیا جو اصلاً علم حیاتیات سے متعلق تھا پھر اسے ہکسلے (Huxley) اور ہربرٹ سپنسر (Herbert Spencer) نے علم الاجتماع یعنی سوشیالوجی پر منطبق کیا۔ یہی نظریات ہیوم (David Hume) نے مابعد الطبیعات پر، بینتھم (Benthum) اور مل (Mill) نے انہیں قانون، اخلاق اور سیاسیات پر لاگو کیا۔ تب سے یہ انداز فکر مغربی مفکرین کے ہاں لادینیت (Secularism) کی شکل اختیار کر گیا اور یہ عقیدہ (دین و دنیا کی علیحدگی) مغربی اقوام کے قلب و ذہن میں جاگزین ہو گیا۔(٦)

البتہ سیکولرازم کے بارے ایک مکتب فکر ایسا ہے جس میں عقیدہ "خدا" کی گنجائش ہے۔ اگرچہ دنیوی تمام معاملات "دین" کے دائرہ کار سے باہر ہیں۔

دوسرا مکتب فکر ایسا بھی ہے جس میں "عقیدہ خدا" کی کوئی گنجائش نہیں جیسے کیمونزم (Communism) ہے۔

اس کی تفصیل یوں ہے کہ مغربی ممالک میں پہلے جب سیکولرازم کا رواج ہوا تو وہ دراصل ریاست اور کلیسا کی آویزش کا نتیجہ تھا پھر آہستہ آہستہ سیکولرازم نے مذہب اور اخلاق کی قوتوں کو زیر کرلیا جو اب تک جاری ہے، اس سیکولرازم کے بطن سے کیمونزم کی شکل میں ریاست نے جنم لیا۔ عقیدہ خدا برداشت کرنے والے سیکولرازم کو خدا سے نفرت کرنے والے سیکولرازم نے تاراج کرلیا۔

کارل مارکس اس فکر وفلسفہ کا بانی ہے- اگر چہ بنیادی طور پر اس کی کتاب راس المال (Das Kapital) علم اقتصاد سے بحث کرتی ہے لیکن اس نے مادیتی جدلیت (Materialistic Dialectic) کے فلسفہ کی بنیاد رکھی- یہ ایسا فلسفہ ہے جو خدا سے نفرت کرتا ہے' مذہب کا مذاق اڑاتا ہے' اخلاقی قدروں کا منہ چڑاتا ہے' اس کے مطابق حقائق صرف بھوک (Hunger) اور جنس (Sex) ہیں- اس کا دعویٰ ہے کہ تمام حیات انسانی کی سرگرمیوں اور تقدیر کا فیصلہ یہی دو چیزیں کرتی ہیں- جنس (Sex) کے حوالے سے فرائڈ کے نظریہ سے مغربی تہذیب میں انسانی رویوں اور صنفی روابط کے لحاظ سے منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں-

انسانی اقدار کے حوالے سے تہذیب مغرب کے چند نمایاں پہلو درج ذیل ہیں-(۷)

۱- مابعد الطبیعاتی و عقلی اقدار مادیت پرستی کی بنیادوں کو مستحکم کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔

۲- نفسیاتی حوالے سے حسیت کا دور دورہ ہے- آرٹ اور ثقافت کے مختلف مظاہر میں کارفرما فلسفہ حسیت ہے-

۳- اخلاقی لحاظ سے شہوت اور مادی منفعت ہی معیار "خیر" قرار پائی ہے-

۴- غیر ترقی یافتہ اقوام کا استحصال اقتصادی لحاظ سے مغرب کی مہذب قوموں کا اصول بن گیا ہے-

یہ درست ہے کہ تہذیب مغرب کے ارتقاء کی ابتدائی کڑیوں میں فلسفہ یونان' رومی تمدن' عیسائی مذہب اور جدید سائنسی و مادی علوم کی حیرت انگیز پیش رفت اور ایجادات ہیں اور نشاۃ ثانیہ کے بعد جس تہذیب اور تمدن کی بنا ہوئی اس میں مادی ترقی کے علاوہ انسانیت (Humanity) کا جامع تصور' جمہوریت (Democracy) کا نظریہ حکومت' حریت فکر (Freedom of thought) رواداری (Tolerance)' اور دیگر اعلیٰ انسانی اخلاقی قدروں کی پاسداری کے دعوے کیئے گئے اور انسانی معاشرہ کو امن وسکون کا گہوارہ بنانے کی پیش گوئی کی گئی (۸) لیکن عملی صورتحال اس کے برعکس ہے-

یوں کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ جدید مغربی تہذیب آئیڈیالوجی کے حوالے سے حسی جمالیاتی

عقلی (Senso-esthetic-rational) ہے اس نظریہ حیات میں طبیعی حسی قدر سب سے بنیادی ہے- جبکہ عقلی اور جمالیاتی اقدار ثانوی حیثیت میں اس کے ساتھ شریک ہیں- اخلاقی قدر کو اس کے محض افادی پہلو اور واقعی منفعت کے طور پر دیکھا جاتا ہے-(۹)

تہذیب مغرب کے ارتقاء میں مسلمان حکماء اور سائنسدانوں کا بہت بڑا حصہ ہے- اکثر مغربی مؤرخین نے یونان، رومن سلطنت اور عیسائی مذہب کے بعد جست لگا کر نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب کو زیر بحث لاتے ہیں اور دیدہ دانستہ مسلمانوں کے کارناموں اور علمی کردار کو نظر انداز کر دیتے ہیں- مغربی مؤرخین کے بقول نشاۃ ثانیہ کے قیام سے پہلے کا دور جبکہ عیسائیت عروج پر تھی، علوم کی ترقی کے حوالے سے تاریک دور (Dark Ages) کہلاتا تھا- یہ مسلمان علماء ہی تھے جنہوں نے یونان، روم، بابلی و ایرانی، ہندو چین کی مردہ تہذیبوں کے کھنڈرات سے علم کے خزانے باہر نکالے، ان کی درجہ بندی کی، انہیں ترقی دی اور پھر انہیں یورپ میں منتقل کیا- اس ضمن میں بغداد، قاہرہ اور اسپین کی جامعات کا بنیادی کردار رہا- اس طرح یورپ کی نشاۃ ثانیہ کے بانی مسلمان علماء ہیں جنہوں نے روجر بیکن (Roger Becon) اور دیگر مغربی علماء کو تعلیم و تدریس سے اپنے ساتھ منسلک کیا-(۱۰)

جہاں تک عیسائی مذہب کا تعلق ہے تو اس کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ نشاۃ ثانیہ سے عیسائیت کو صدمہ پہنچا- بلکہ نشاۃ ثانیہ کے محرکین اور زعماء کو سزائیں دی گئیں- بعض کو زندہ جلا دیا گیا، انہیں اپنے نظریات تبدیل کرنے پر مجبور کیا گیا بالآخر نتیجہ یہ نکلا کہ تحریک کے زعماء عیسائی کلیسا کے سخت دشمن بن گئے- یہ دشمنی صرف کلیسا تک محدود نہ رہی بلکہ عیسائی مذہب تک پھیل گئی اور یوں یہ دشمنی نہ صرف تمام مذاہب بلکہ "خدا" کے خلاف بھی نفرت اور مخالفت کی انتہاء کو جا پہنچی-(۱۱)

منصف مزاج مؤرخین تہذیب جدید کی تکوین میں مسلمانوں کے کردار کا اعتراف کرتے ہیں- بریفالٹ کہتا ہے:-

"عرب اور مور (Moorish) اقوام کے زیر اثر کلچر کا احیاء ہوا- اس لئے دراصل نشاۃ ثانیہ پندرہویں صدی میں نہیں بلکہ مذکورہ دور میں وقوع پذیر ہوئی- یہ اٹلی نہیں بلکہ اندلس ہے جو یورپی تہذیب کے دوسرے جنم کا گہوارہ بنا- وہ مزید کہتا ہے-

جسے ہم سائنس کہتے ہیں وہ نئی روح کے ساتھ اور نئے ریسرچ کے طریقوں کے ساتھ یورپی دنیا میں عربوں کے ذریعے متعارف ہوئی۔ (۱۳)

تہذیب مغرب کے مزید نمایاں پہلو چار ہیں۔

۱۔ یہ کہ انسان نے مادی علوم کو عقلی و تجربی بنیاد فراہم کر کے وسائل حیات کو کنٹرول کیا، طبعی علوم یعنی سائنس و ٹیکنالوجی میں تحقیق کے ذریعے ایجادات و اختراعات میں نقطۂ عروج پر پہنچ گیا۔

۲۔ مادیتی اور سیکولر انداز فکر سے ریاست و حکومت اور معاشرہ کی تشکیل نو کی۔ فلاحی ریاست اور جمہوریت کا تصور پیش کیا، بنیادی انسانی حقوق اور بالخصوص حقوق نسواں کا تحفظ، آزادی فکر، عدل اور رواداری بنیادی مقاصد قرار پائے، اس حوالے سے بین الاقوامی اداروں کا قیام عمل میں آیا۔

۳۔ انسان کا معاشی مسئلہ ہر دور میں اہم رہا۔ تہذیب مغرب میں عقلی اور انسانی تحریکوں نے مذہب کی اجارہ داری کو ختم کیا۔ جاگیرداری نظام کو مسترد کیا، مزدوروں کو معاشی وسائل میں حصہ دار بنایا اور اس طرح دولت کی پیدائش اور تقسیم دولت کے ضمن میں سرمایہ داریت (Capitalism) اور اشتراکیت (Socialism) جیسے اقتصادی نظام رائج کیے۔

۴۔ معاشرہ کے اخلاقی و سماجی رویوں، صنفی روابط اور خاندانی اکائیوں کی تاسیس، اقتصادی خوشحالی اور بہبود آبادی سے متعلق منصوبہ بندی مجموعی طور پر کارل مارکس، ڈارون اور فرائڈ سگمنڈ کے فلسفیانہ افکار کے زیر اثر ہوئی۔ جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ کسی بھی تہذیب کا معیار اور لوگوں کے مہذب ہونے کا مطلب اعلیٰ انسانی اخلاقی قدروں کی عملداری ہے۔ اس تناظر میں تہذیب مغرب نے اگر چہ مادی لحاظ سے انسان کیلئے آرائش و آسائش کے بے پناہ سامان مہیا کیئے ہیں لیکن اخلاقی حوالے سے اس تہذیب میں انسانیت دم توڑتی دکھائی دیتی ہے مغربی مفکرین خود اس تہذیب کے منفی اثرات پر نالاں ہیں۔

ول ڈیورنٹ (Wil Durant) اپنی تصنیف "نیرنگی فلسفہ" میں لکھتا ہے "ہماری موجودہ ثقافت سطحی اور ہماری معرفت خطرناک ہے۔ ہمارے پاس مشینوں کی کثرت اور مقاصد کا فقدان ہے۔ مذہبی جذبہ جو عقلی توازن پیدا کرتا تھا وہ بھی ختم ہوا اور سائنس نے اخلاق کی بنیادیں ہلا دی ہیں۔ اب

ساری دنیا ایک مضطرب انفرادیت میں بٹی ہوئی ہے جو دراصل اخلاقی گندگی کی عکاس ہے۔"(۱۴)

حقیقت یہ ہے کہ تہذیب مغرب کی تمام جہتیں فلسفہ مادیت اور سیکولرازم کے زیر اثر ہیں اور اس فلسفہ کی رو سے حیات انسانی کی اعلیٰ ترین قدر اور مقصد حسی مسرت کا حصول ہے اور یہ بجز اس کے ممکن نہیں کہ دوسروں کی شخصیت اور مفادات کو نقصان پہنچے۔ دوسرا فلسفہ لادینیت نے حیات انسانی کو اسکے مادی جزو تک محدود کر دیا۔ لیکن روحانی پہلو کے ساتھ ہم آہنگی کے حوالے سے جامع اور کلی تصور پیش نہیں کیا جس کے نتیجے میں انسانی شخصیت ٹوٹ پھوٹ گئی، اجتماعی نظم کا احساس باقی نہ رہے تو نفسیاتی الجھنوں میں اضافہ ہوتا ہے، ذہنی امراض بڑھ جاتے ہیں، جرائم اور خودکشی زیادہ ہونے لگتی ہے۔

مغربی تہذیب کا ایک المیہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ وہ اس وسیع کائنات میں "انسان" کے مقام اور منصب کا تعین نہیں کر سکی۔ مادی علوم کی حیرت انگیز پیش رفت کے باوجود انسان خود اپنی حد تک نامعلوم ہے۔ چونکہ اس تہذیب میں انسان کا مطالعہ مادی علوم کے ذریعے کیا گیا یوں معرفت نفس اور روح کے علم تک رسائی نہ ہو سکی۔(۱۵) انسان کے بارے میں تہذیب مغرب کے تکوینی ادوار میں نقطہ نگاہ خاصا بدلتا رہا ہے۔ ابتداً "یونانی دیومالا میں انسان دیوتاؤں کا حریف تھا وہ دیوتاؤں سے اقتدار اور علم کیلئے لڑتا رہا۔ دیوتا بجبر وقوت اسے قبضے میں کئے ہوئے تھے۔

جب رومی دور آیا تو دیوتاؤں کا سایہ ہٹ گیا اور انسان اپنی ذات اور خواہشات کا غلام بن گیا، رومی حکومت پر کلیسائی نصرانیت کا غلبہ ہوا تو انسان کو پیدائش گنہ گار ٹھہرا کر ذلیل وخوار کر دیا گیا۔ جب یورپ نے کلیسائی تصورات اور تمام مذہبی مفاہیم سے بغاوت کر دی تو اس انقلاب کے ساتھ ساتھ انسان کے بارے میں نقطہ نظر بھی بدل گیا اور انسانی عقل اس کا مرجع بن گئی۔ اٹھارویں صدی کے نصف میں جب روشن دور (Age of enlightenment) شروع ہوا تو عقل خدا بن گئی۔ انیسویں صدی میں عقل اور انسان دونوں کا قصہ ختم کر کے جس فلسفہ کی بنیاد رکھی گئی وہ یہ تھا کہ مادہ ہی خدا ہے اور مادہ ہی عقل کو پیدا کرتا ہے۔ ڈارون نے "اصل الانواع" اور "اصل انسان" ہر دو کتابوں کے ذریعے انسان کی حیوانیت کا اعلان کر دیا اور اس دور میں فرائڈ نے تمام فطری محرکات کو جنس سے منسوب کر کے انسان کو جنس (Sex) کی دلدل میں دھکیل دیا۔ کارل مارکس نے تاریخ کے تمام تغیرات

معاش کے گرد گھما دیا اور انسان کو ایک کمزور وبیلبی مخلوق بنا کر خداوند اقتصاد اور ذرائع پیداوار کے دیوتا کے سامنے سرنگوں کر دیا۔[(۱۶)]

تہذیب مغرب کے بدترین اثرات کا پہلا ہدف "خدا" اور "روح" کا انکار تھا۔ اس وجہ سے معاشرہ میں "اخلاق" کی اساس ہی پیوند خاک ہوگئی۔ انسان کے مادی اور روحانی فطری جذبات میں توازن کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو انسان انفرادی سطح پر اضطراب اور ذہنی دباؤ کے سبب دماغی و اعصابی امراض کا شکار ہوگیا۔ الیکسیس کاریل (Alexis Carel) اپنی کتاب (Man the Unknown) میں اعتراف کرتا ہے:

"تمدن جدید میں ایسے افراد بہت کم نظر آتے ہیں جو بلند اخلاقیات کے پابند ہوں"......

وہ مزید کہتا ہے:۔

"عام طور پر فکر سے عضوی امراض پیدا ہو جاتے ہیں چنانچہ موجودہ زندگی کے عدم استقرار، مسلسل جذباتیت اور بدامنی شعور میں ایسے حالات مہیا کر دیتے ہیں جن سے عصبی اضطراب اور معدے اور آنتوں کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس سے سوزش گردہ اور امراض مثانہ پیدا ہوتی ہیں۔"

سید قطب شہیدؒ امریکہ میں دماغی امراض کی صورتحال کے بارے ایک طبی رپورٹ کے حوالے سے کہتے ہیں:

"1932ء میں سرکاری ہسپتالوں میں پاگلوں کی تعداد تین لاکھ چالیس ہزار تھی۔ مخصوص ہسپتالوں میں فاترالعقل اور مرگی زدہ لوگوں کی تعداد اکیاسی ہزار پانچ سو اسی تھی۔ جن فاترالعقل لوگوں کو پیرول (Parol) پر چھوڑا گیا ان کی تعداد دس ہزار نو سو تیس تھی۔ پاگلوں کے علاوہ تمام ملک میں پائے جانے والے فاترالعقل لوگوں کی تعداد پانچ لاکھ ہے۔

نیویارک میں ہر بائیسویں شخص کو کسی نہ کسی وقت دماغی ہسپتال میں داخل کرنا پڑتا ہے۔ ہر سال دماغی ہسپتالوں میں چھیاسی ہزار افراد داخل کئے جاتے ہیں اور اگر پاگل پن کی یہی رفتار رہی تو آج جو لاکھوں بچے اور جواں سکول اور کالج جاتے نظر آتے ہیں وہ جلد یا بدیر دماغی ہسپتالوں میں پہنچ جائیں

گے۔"(۱۷)

یہ چند مثالیں صرف امریکہ سے متعلق ہیں ورنہ یورپ کے متمدن ترین اور مادی لحاظ سے خوشحال ترین علاقوں میں ذہنی اضطراب کی صورتحال سے قطعاً مختلف نہیں۔ اسی بنیاد پر خودکشی کے واقعات کے اعداد و شمار انتہائی خوفناک ہیں۔

ہر چند کہ تہذیب جدید نے آزادی نسواں کا پرچم اٹھا رکھا ہے لیکن اخلاقی گراوٹ' بے پردگی اور فحاشی کے باعث نہ تو عورت کی تکریم رہی ہے اور نہ ہی خاندان کی اکائی میں استحکام۔ سید قطب شہید ایک امریکی رسالے کے حوالے سے لکھتے ہیں:۔

"تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے (1) فحش لٹریچر۔ (2) متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات بھڑکاتی ہیں۔ (3) عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور برہنگی سے ظاہر ہے۔"(۱۸)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خاندان کا نظام یعنی خاوند و بیوی والدین اور اولاد کے باہمی روابط سکون و اطمینان کی دولت مہیا کرتے ہیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب صنفی روابط اعلیٰ اخلاقی قدروں پر استوار ہوں۔ محض جنسیت اور شہوت کی بنیاد پر گھریلو معاشرت کا قیام ممکن نہیں۔ بدقسمتی سے تہذیب مغرب نے اس مقدس رشتہ اور تعلق کو جنس کی بھینٹ چڑھا دیا۔ آج طلاق کی کثرت اس اباحیت کا نتیجہ ہے جو فرائڈ کے فلسفہ جنس سے پیدا ہوئی، ایک رپورٹ میں کہا گیا:۔

"نکاحوں کی کمی' طلاقوں کی زیادتی اور عارضی نکاح' ناجائز تعلقات کی کثرت یہ معنی رکھتی ہے کہ ہم حیوانیت کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ بچے پیدا کرنے کی فطری خواہش مٹ رہی ہے' پیدا شدہ بچوں سے غفلت برتی جا رہی ہے اور اس امر کا احساس رخصت ہو رہا ہے کہ خاندان اور گھر کی تعمیر تہذیب اور آزاد حکومت کی بقا کیلئے ضروری ہے۔"(۱۹) اس تہذیب کی قباحتوں میں سے ایک شراب نوشی بھی ہے۔ سویڈن کی وزارت عامہ کے پیش کردہ اعداد و شمار کے مطابق وہاں پر چھٹے یا ساتویں جوڑے میں طلاق ہو جاتی ہے 30% شادیاں حالات کے دباؤ کے تحت اس وقت ہوتی ہیں جب لڑکی حاملہ ہو جاتی ہے(۲۰)" ایک رپورٹ میں بتایا گیا کہ:

"جن خاندانوں کے بچوں کے باپ پکے شرابی ہیں ان کی تعداد تقریبا 75 ہزار ہے-"

یہ اجتماعی الجھے ہوئے مسائل' طلاقوں کی بہتات، ناجائز اولاد یہ سب جدید تہذیب کے نتائج ہیں- اس حوالے سے مغربی ممالک میں موجود مسلمان اقلیتوں کیلئے اپنے بچوں اور خانگی معاملات سے متعلق مسائل مسلسل اضطراب کا باعث بن رہے ہیں بلکہ خود اقوام مغرب ان ہلاکت خیزیوں کا شکار ہیں-

مغربی اقوام کی اخلاقی' روحانی اور اجتماعی بدحالی بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ امت مسلمہ کے زعماء اور علماء کا یہ فرض بنتا ہے کہ وہ اسلامی تہذیب کے احیاء کے ساتھ نہ صرف خود بلکہ پوری انسانیت کو بھی ہلاکت سے بچائیں- تہذیب مغرب کے فلسفہ مادیت' صنعتی ترقی' تحریک انسانیت (Humantarianism) جمہوریت (Democracy) ' آزادی نسواں وغیرہ کے تناظر میں اسلامی تہذیب کے درج ذیل چند پہلو لائق مطالعہ ہیں:-

اسلام سائنس کا دشمن نہیں بلکہ وہ تو علوم کی جانب خاص توجہ دیتا ہے' وہ تہذیب جدید کی صنعتی اور مادی علوم کی ترقی کا کبھی مخالف نہیں رہا- وہ تجربی سائنس (Experimental Science) کا مؤید ہے بلکہ یہ دعوی درست ہے کہ تہذیب مغرب میں تجربی علوم مسلمانوں کے ذریعے ہی داخل ہوئے ہیں- البتہ اسلام مادی مکتبہ فکر کو مسترد کرتا ہے جس میں انساں کو مادے کے تابع بنا دیا گیا ہے اور انسان مادے کے سامنے ایک سلبی وجود بن کے رہ گیا ہے-

جیسے پہلے بحث ہو چکی ہے کہ انسانی حیات کی پانچ اقدار ہیں جن میں اسلام اپنی تعلیمات کے ذریعے ہم آہنگی' اشتراک اور ربط پیدا کرتا ہے- وہ ہر قدر کو اس کا فطری مقام دلاتا ہے اور کسی کو ناجائز طور پر نہیں روکتا- البتہ روحانی قدر جسے ایمان سے تعبیر کیا جاتا ہے اسے جڑ اور اصل سے تعبیر کرتا ہے کیونکہ انسانی شخصیت کا شجر اخلاق و سیاست اور اقتصاد و معاشرت کے حوالے سے اسی مصدر سے فیض پا کر برگ و بار لاتا ہیں- اسلام کی نظر میں انسان ایسا حیوان بھی نہیں جسے اتفاقاً روئے زمین پر سیادت حاصل ہوگئی ہو' وہ مشین بھی نہیں کہ اسکی قدر و قیمت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جائے کہ اس میں حرکت کی کتنی ہارس پاور ہے-

اسلام میں عورت شیطانی جال نہیں، صنفی ملاپ کا عمل شیطانی اور گندگی نہیں، صنفی ملاپ کا مقصد لذت کوشی اور اس کا محرک ہوائے نفس نہیں بلکہ عورت انسانی نسل کی مربی اور اسکی بقاء کی ضامن اور امین ہے۔

انسان دنیا میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے وہ تغیر وتبدل بھی کرتا ہے بناتا اور سنوارتا بھی ہے۔ اسے قدرت حاصل ہے کہ وہ روئے زمیں کے خزانے اور طاقتیں اپنے کام میں لگائے۔ اس لحاظ سے اسلام اس نظریہ کو مسترد کرتا ہے کہ انسان محض حیوان کی ترقی یافتہ شکل ہے۔

تہذیب مغرب اور اسلام کے تناظر میں ہم نے جدید تہذیب کے مضر پہلوؤں کا جائزہ لیا اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ "انسانیت" نہ صرف یہ کہ اخلاق و روحانی زوال کے سبب قریب المرگ ہے بلکہ جنگی سازوسامان اور مہلک آلات حرب جمع کرنے میں مسابقت کے جذبہ نے انسان کو اپنی ہی تباہی پر لگا دیا ہے۔ ایسے میں "انسانیت" اپنی فلاح میں اسلام کی محتاج ہے۔

مناسب ہوگا کہ یہاں اسلامی تہذیب کی چند نمایاں خصوصیات پر روشنی ڈالی جائے اور اس کے ان اصول ومبادیات پر غور وخوض کیا جائے جو "خدا شناس" اور اعلیٰ اخلاقی قدروں پر مشتمل معاشرہ تشکیل دینے میں راہنمائی کرتے ہیں۔

عمومی رائے یہ ہے کہ آرٹ ثقافت اور تہذیب یہ زندگی کے ایسے مظاہر ہیں جو حیات انسانی کے تغیرات کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں، مادی فکر پر مبنی مظاہر حیات کی یہ ساری صورتیں "خیر" و "شر" کے کسی معیار کے ماتحت نہیں۔ البتہ اسلامی تہذیب اپنے اندر مابعد الطبیعاتی اصول واقدار رکھتی ہے جن کے ذریعے ہر انسانی مادی وعقلی پیش رفت کی صحت وصداقت (Accuracy & Truth) کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔[۲۱]

اسلامی تہذیب کی بنیاد وحی (Revelaton) ہے۔ اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے پہلے انسان یعنی آدم (علیہ السلام) کو پیدا کیا، اسے تمام اشیاء کا علم بخشا اور اسے اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس پیغمبروں کے ذریعے ہدایت انسانی کا یہ سلسلہ جاری فرمایا اور انہیں مختلف قوموں اور علاقوں کی طرف بھیجا، انسانوں کی تربیت وہدایت کے لئے یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک حضرت محمد ﷺ

پرختم ہوااوروحی کا دروازہ مستقل بند کردیا گیا-محمدﷺ کی بعثت کے ساتھ "انسانیت" نے اپنی بلوغت کی منزل پالی اورمزیدوحی کی احتیاج باقی نہ رہی-آخری وحی قرآن کی شکل میں ہمیشہ کیلئے موجود ہے-

اِسلامی تہذیب کی بنیاد "عقیدۂ توحید" ہے-اللہ تعالیٰ پر اِیمان کہ وہ اپنی ذات وصفات میں یکتاہے اس کا کوئی شریک نہیں' وہ ساری کائنات کاواحد خالق اورمدبر ہے-اس عقیدہ کے اثرات تہذیبی زندگی پر بہت نمایاں ہیں-قانون' معاشرت' معیشت اورسیاست ہرشعبہ حیات میں "عقیدہ توحید" کی مناسبت سے اصول وحدت (Principle of Unity) کی کارفرمائی ہے-چونکہ کائنات ایک ہی خالق کی تخلیق ہےاس لئے پوری کائنات ایک وحدت ہے جسے اللہ نے پیداکیا' اس کے تمام اجزاءایک دوسرے کےساتھ مربوط ہیں اوروہ ایک ہی مقصد کیلئے کام کررہے ہیں-کائنات کے اجزاءکا یہ باہمی ارتباط کائنات سے متعلق مادی علوم کوبھی باہم مربوط کردیتا ہے-اس لئے صحیح علم و ادراک ممکن نہیں اگرعلم کوالگ الگ شعبوں میں مستقل بانٹ دیاجائے بلکہ اسلام کے اصول وحدت کا تقاضاہے کہ سب علوم کووحدانی نظام کےساتھ مربوط کردیاجائے-

اسلامی تہذیب کاایک اہم مظہرآفاقیت اورعالمگیریت ہے-اسلام پوری انسانیت پرحاوی ہےاوروحدت نوع انسانی کا داعی ہے-تمام انسان بلاامتیاز رنگ ونسل' خطہ وعلاقہ ایک برادری ہیں-اسلئے اسلام کویہ اعزاز حاصل ہے کہ اس نے سب سے پہلے انسانی بنیادی حقوق کی اساس مہیا کی- (۲۲)

اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ انسان زمین پراللہ کا نائب ہے-اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ انسان کوزندگی کےتمام پہلوؤں میں اللہ کے نائب کی حیثیت سے کام کرناہےاور ہرحال میں مرضی رب کوپیش نظر رکھنا ہے-خواہ اس کام کاتعلق اس کی ذات سے ہےیادیگرافراد سے' وہ اخلاقیات سے متعلق ہے یا اقتصادوسیاست سے یا انسانی سرگرمیوں کے کسی اورشعبہ سے-یہ نظریہ انسان کو سچی اور صحت مندتہذیب کی طرف راہنمائی کرتاہے-(۲۳)

"خلافت انسانی" کا یہ تصور بادشاہت اور پاپائیت کی نفی کرتا ہے بلکہ مکمل جمہوریت (Thorough Democracy)اسلامی تہذیب کاامتیاز ہے-مکمل جمہوریت سے ہماری مُرادیہ

ہے کہ اسلامی معاشرہ بیک وقت روحانی، سماجی اور سیاسی اعتبار سے جمہوری ہے- روحانی جمہوریت اس لئے کہ اسلام میں پاپائیت کی کوئی گنجائش نہیں کیونکہ اس میں کوئی ایسی مراعات یافتہ گروہ یا مذہبی شاہی قیادت نہیں جو اللہ اور بندے کے درمیان واسطہ بنے-

یہ سماجی جمہوریت بھی ہے اس لئے کہ اسلام سماج کے لئے ایسا نظام وضع کرتا ہے جو طبقات کا امتیاز نہیں رکھتا، اس میں برتری اور تفوق نہ خاندان کیوجہ سے ہے' نہ نسل اور دولت اور نہ ہی انتظامی عہدہ ومنصب سے' بلکہ برتری کا معیار صرف کردار ہے-

یہ سیاسی جمہوریت بھی ہے اس لئے کہ اسلام ایسی ریاست تشکیل دیتا ہے جس کا بنیادی اصول ہے "اللہ کی حکومت لوگوں پر لوگوں کے ذریعے" اسلام جب اس بات پر زور دیتا ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی انسان کو دوسرے انسان پر حکومت کرنے کا حق نہیں سربراہ مملکت' اسکی کابینہ اور پارلیمنٹ وہ سب لوگوں کے نمائندے ہیں اور اس حیثیت سے وہ احکام الٰہی کے نفاذ پر مامور ہیں-

اس نظام سیاست میں برتری قانون کو حاصل ہے اور سب انسان قانون کی نگاہ میں برابر ہیں- اسلام عدل، توازن اور اعتدال کو انسانی اعمال کے حوالے سے متعارف کرواتا ہے- وہ دنیا کے مطالبات اور آخرت کے تقاضوں کے درمیان اعتدال پر زور دیتا ہے- نہ فرد کے مفادات کو قربان کرتا ہے اور نہ معاشرہ کے مفادات کو کلیتہً مسترد کرتا ہے بلکہ ہر ایک کو اس کا جائزہ حصہ دیتا ہے- ریاست کے حقوق اور شہریوں کے حقوق کے درمیان توازن قائم کر کے سرمایہ داریت اور کمیونزم ہر دو انتہاء پسند فلسفوں سے ہٹ کر درمیانی راہ اختیار کرتا ہے-(۲۴)

اسلام عقل کی اہمیت کو تسلیم کرتا ہے- قرآن مجید میں متعدد آیات میں عقل کے استعمال کی دعوت دی گئی- کیونکہ کائنات کا حسن و جمال، حق کی پہچان اور فہم وادراک عقل کے ذریعے ہوتی ہے- اسلام عقل اور وحی کے درمیان انسانی مسائل کے حل کے حوالے سے توازن قائم کرتا ہے- طبعی علوم کی ترقی پر زور دیتا ہے- اور کائنات کے مظاہر میں غور وفکر کرنے اور فطرت کی ان قوتوں کو مسخر کرنے کی دعوت دیتا ہے- یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنے تہذیبی عروج کے زمانے میں انسانیت کو طب'

ریاضی' کیمیا' طبیعات' ہیئت وفلکیات اور کئی علوم وفنون کے مفید ثمرات سے فیض یاب کیا- تہذیب جدید کی بہت سی کامیابیوں میں مسلمانوں کا سرمایہ علمی بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے-(۲۵)

رواداری(Tolerance) اسلامی تہذیب کا امتیاز ہے جس کی اسلامی تاریخ کے حوالے سے کئی مثالیں دی جاسکتی ہیں- چونکہ قرآن مجید کی رو سے دین کے بارے میں جبر واکراہ نہیں بلکہ اس کا اختیار کرنا لوگوں کی رضا ورغبت پر چھوڑ دیا گیا ہے-لہذا اسلامی ریاست میں جبراً کسی کو مسلمان نہیں بنایا جاتا- اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو برابر کے انسانی حقوق حاصل ہوتے ہیں- ان کی جان' مال' آبرو اور عزت کی حفاظت اسلامی ریاست کا فرض ہے- رسول اللہ ﷺ کا اسوہ یہ ہے کہ اہل کتاب کے وفود مدینہ میں آتے تو آپ ﷺ ان کا استقبال کرتے' یہاں تک کہ انہیں اپنے عقیدے کے مطابق مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں عبادت کرنے کی اجازت مرحمت فرماتے' خلفاء راشدین اور بعد میں آنے والے اکثر مسلمان امراء وسلاطین نے رواداری کی عمدہ مثالیں قائم کیں- اسلامی تہذیب کے زمانہ اقتدار میں غیر مسلم اپنے عقیدے پر برقرار رہنے کے باوجود علوم وفنون کی ترویج اور اعلیٰ انتظامی عہدوں پر فائز ہوکر اسلامی تہذیب کے فروغ میں اپنا بھرپور کردار ادا کرتے رہے- ریاست کی طرف سے ان کے ساتھ کسی قسم کا امتیازی برتاؤ نہیں ہوتا تھا بلکہ ہر میدان میں ان کی مثبت سرگرمیوں پر ان کا احترام کیا جاتا تھا-(۲۶)

اس اصول وحدت (Principle of Unity) کے حوالے سے اسلام ایک متوازن انسانی شخصیت کا تصور پیش کرتا ہے- یہ جامع تصور اسے تہذیب مغرب کے سیکولر نظام سے ممتاز کرتا ہے- انسانی شخصیت ایک وحدت ہے' یہ ایک مربوط کل ہے- اس کی مناسب ترقی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب زندگی کا ہر پہلو مناسب توجہ پاتا ہے اور کوئی بھی پہلو علیحدہ نہیں ہوتا- بلکہ حقیقت کے ساتھ مربوط ہوتا ہے- اسلام کامل شخصیت کے طور پر پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ کا اسوہ پیش کرتا ہے- انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جو حضور ﷺ کی راہنمائی سے محروم ہو-(۲۷) پھر آپ ﷺ نے عملی طور پر اعلیٰ قدروں پر مبنی معاشرہ تشکیل دیا اور ایسے افراد اور ایسی قوم تیار کی جس نے صدیوں تک انسانی تہذیب وتمدن کے قافلہ کی قیادت کی- اس کا اعتراف مغربی مفکرین کو بھی ہے-

یہ چند اسلامی تہذیب وتمدن کی خصوصیات ہیں جن کا ہم نے جائزہ اس غرض سے پیش کیا کہ مسلمان سائنسدان ، دانشور اور اجتماعی علوم کے علماء تہذیب مغرب کے اچھے پہلوؤں کو اخذ کرنے میں جہاں سرگرمی کا مظاہرہ کررہے ہیں اور جدید ٹیکنالوجی کے حصول میں کوشاں ہیں وہاں ان کا فرض بنتا ہے۔ کہ وہ مغربی تہذیب سے درآمد اجتماعی علوم کا اسلامی اصول فکر کی روشنی میں جائزہ لیں، مفسدانہ افکار کی درآمدگی کو روکنے کی بھرپور کوشش کریں بلکہ تہذیب مغرب کو "خداشناس" بنانے میں ذہنی و عقلی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں۔ یہی وقت کی ضرورت اور عصر حاضر کا چیلنج ہے۔

حواشی ومصادر

۱- انسائیکلو پیڈیا مذہب واخلاق جلد III ذیل Civilization-

۲- ایضاً' نیز دیکھئے انسائیکلو پیڈیا برطانیہ جلد IV ص 657-

۳- فضل الرحمٰن' ڈاکٹر: Islam & Western Civilization' ورلڈ اسلامک مشن کراچی ص 12'

۴- بریفالٹ رابرٹ: The Making of Humanity' اسلامک بک فاؤنڈیشن لاہور ص 33-

۵- ایضاً ص 259' مصدر سابق ص 28

۶- فضل الرحمٰن' ڈاکٹر: مصدر سابق ص 5

۷- ایضاً ص 8

۸- انسائیکلو پیڈیا مذہب واخلاق ص 685, 686

۹- فضل الرحمٰن: ڈاکٹر مصدر سابق ص 12

۱۰- بریفالٹ رابرٹ: مصدر سابق ص 109

۱۱- فضل الرحمٰن ڈاکٹر: مصدر سابق ص 4

۱۲- بریفالٹ رابرٹ: مصدر سابق ص 202

۱۳- ایضاً ص 191

۱۴- سید قطب شہید: اسلام اور مغرب کے تہذیبی مسائل ۔ اردو ترجمہ از ساجد الرحمٰن صدیقی ۔ مکتبۂ تعمیر انسانیت لاہور ۔ ایڈیشن چہارم 1986ء ص 144

۱۵- ایضاً 16,5

۱۶- ایضاً ص 64,61

۱۷- ایضاً ص 139

۱۸- ایضاً ص 156

۱۹- ایضاً ص 157

۲۰- ایضاً ص 166

۲۱- سالم عزام: Islam & Contemporary Society ، اسلامک کونسل آف یورپ لندن (خصوصی آرٹیکل از ڈاکٹر اسماعیل فاروقی ص 142)

۲۲- مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر: اسلامی تہذیب کے چند درخشاں پہلو، اردو ترجمہ از سید معروف شاہ شیرازی (اسلامک پبلیکیشنز لاہور ص 41)

۲۳- ایضاً ص 42

۲۴- اسماعیل فاروقی، ڈاکٹر ۔ مصدر سابق ص 152

۲۵- فضل الرحمٰن، ڈاکٹر ۔ مصدر سابق ص 17

۲۶- بریفالٹ، مصدر سابق ص 190

۲۷- مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر ۔ مصدر سابق صفحات 110, 115, 118, 125

۲۸- فضل الرحمٰن، ڈاکٹر ۔ ص 15